بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبوتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جمع وترتیب

محمد عبید اللہ خان قاسمی

بزم خطباء

ربیع أوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه أجمعين ومن تبعهم بإحسان الى يوم الدين، اما بعد:

قال الله تعالى فى القرآن المجيد والفرقان الحميد:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ (العلق)

ترجمہ: اپنے پروردگار کے نام سے پڑھئے، جس نے (سب کچھ) پیدا کیا ہے، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے، پڑھئے، اور آپ کے پروردگار بڑے کرم کرنے والے ہیں، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی، جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ۔ (النحل:٣٦)

ترجمہ: اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں یہ دعوت دیکر رسول بھیجے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اور طاغوت سے بچیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء:٦٥)

ترجمہ: پس، آپ کے پروردگار کی قسم! وہ تو مومن ہو ہی نہیں سکتے، جب تک اپنے آپسی جھگڑوں میں آپ کو حَکَم نہ بنائیں، نیز آپ کے فیصلہ سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح سرِ تسلیم خم کر دیں۔

عن ابی هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، انه قال: والذى نفس محمد بيده، لا يسمع بى احد من هذه الامة يهودى، ولا نصرانى، ثم يموت ولم يؤمن بالذى ارسلت به، إلا كان من اصحاب النار۔
(مسلم: ۳۸٦)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اس امت کا کوئی بھی شخص خواہ یہودی ہو نصرانی، میرے بارے میں سن لیتا ہے پھر مر جاتا ہے اور میری لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان نہیں لاتا تو وہ جہنمی ہے۔

تمہید

خالق کے بعد مخلوق میں سب سے عظیم مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو دربارِ رب العالمین سے بعض وہ فضائل وخصائص عطا ہوئے جو دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیے گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصائص وفضائل کا جامع ومظہر بنا دیا، اسی لیے اللہ رب العزت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی شان اور تعریف بیان کی جائے کم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنا خوانوں نے مختصر لفظوں میں یوں کہہ دیا کہ:

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاء کَمَا کَانَ حَقُّهٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مطلب یہ ہے کہ خالق کے بعد پوری مخلوق میں سب سے عظیم مرتبہ اور مقام آپ ہی کا ہے۔

الم يجدك يتيما فاوى

اللہ رب العزت کے بعض فیصلے عجیب ہوتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مادر شکم میں تھے کہ والد محترم کا انتقال ہو گیا، چھ سال کی عمر ہوئی تو والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، آٹھ سال کی عمر ہوئی تو دادا کا انتقال ہو گیا، ایک ایک کر کے سارے سہارے چھین لیے، وجہ اس کی یہ بیان کی گئی کہ اگر بڑے ہونے کے بعد انسان میں کوئی کمال نظر آئے تو لوگ بڑوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، کہ والد یا دادا

بڑے باکمال تھے تو بیٹے اور پوتے کے اندر یہ کمال آ گیا، اسی لیے اللہ رب العزت نے سارے سہارے چھین لیے تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے اور اپنا سہارا عطا فرمایا الم یجدك یتیما فاوی۔

نبی کا انتخاب

ہر نبی منتخب ہوتا ہے اور یہ انتخاب اللہ رب العزت فرماتے ہیں نبوت کا مقام انتخابی ہے ارتقائی نہیں یعنی ایک انسان اپنی محنت سے مقام نبوت تک نہیں پہنچ سکتا، محنت کے ذریعہ دنیا اور دین کے بڑے مقامات اور مراتب کو انسان حاصل کر سکتا ہے، لیکن مقام نبوت کو نہیں اس کا تو اللہ رب العزت خود انتخاب فرماتے ہیں جیسا کہ فرمایا: اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ، (الانعام: ۱۲۴) اللہ رب العزت خوب واقف ہیں کہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائیں۔

اللہ رب العزت صرف نبی کا ہی انتخاب نہیں فرماتے بلکہ نبی سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کا انتخاب فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ جاہلیت میں تشریف لائے اور اس زمانے میں بتوں کے نام پر نام رکھے جاتے تھے عبدالعزی وغیرہ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ ہے جو ناموں میں سب سے اعلیٰ اور والدہ کا نام آمنہ، دودھ پلانے کے لیے جو خاتون متعین ہوئیں وہ اللہ رب العزت پر بھروسہ رکھنے والی ورنہ دیکھنے تو بہت سی عورتیں آئی تھیں مگر چوں کہ ان کی نظر اسباب پر تھی اس لیے انھیں محروم کر دیا گیا اور حلیمہ کی نظر مسبب الاسباب پر تھی اس لیے وہ قبول ہو گئیں، یہ سب اللہ رب العزت نے منتخب فرمایا۔

آپ کے تشریف لانے کے بعد ہر طرف انوار و برکات کا ظہور ہونے لگا، دنیا نے دیکھا کہ اس پیغمبر انقلاب کے تشریف لاتے ہی ظاہری و باطنی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت، حکمت، تلاوت، دعوت اور محنت سے انقلاب آنا شروع ہوا اور محروم و بدنصیب دنیا کی قسمت جاگنے لگی، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بعثت تک کے زمانہ میں رونما ہونے والے چند انقلابات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برکات سے دنیا والوں نے فائدہ اٹھایا۔

تعمیر کعبہ

آپ کی بعثت سے قبل ہی رونما ہونے والے انقلابات میں تعمیر کعبہ کے بعد تنصیب حجر اسود کا واقعہ بھی بڑا مشہور ہے، خانۂ کعبہ کی عمارت مرورِ زمانہ اور سیلاب کی وجہ سے نہایت بوسیدہ ہو گئی تھی، اس لیے قریش مکہ نے اس کی تعمیر نو کا ارادہ کیا، عمارت کی تعمیر میں تو سب ہی شامل تھے، مگر جب حجر اسود کی تنصیب کا وقت آیا تو سخت اختلاف پیدا ہو گیا، ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ تنہا وہی اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کو صحیح جگہ نصب کرے، اس پر بات بڑھنے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں، لوگ جنگ وجدال اور قتل وقتال پر

آمادہ ہو گئے؛ کیوں کہ دورِ جاہلیت میں اس سے بہت معمولی باتوں میں بھی جنگیں ہوتی رہتیں، پھر یہ تو بہت بڑی بات تھی، اس لیے جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں، جوش بڑھتا گیا، قریش چار پانچ دن تک اسی الجھن میں رہے، اس نازک صورتِ حال کو دیکھ کر بعض ذمہ دار حضرات نے کہا کہ کسی کو ثالث بنایا جائے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص کل سب سے پہلے خانۂ کعبہ میں داخل ہو اس کو حاکم مان لیا جائے اور جو فیصلہ وہ کرے اسے سب لوگ بغیر کسی چون و چرا کے مان لیں، اس پر سب نے حامی بھری کہ ہمیں یہ بات منظور ہے، لوگوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے خانۂ کعبہ میں محمد بن عبداللہ داخل ہو رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سب نے بے ساختہ کہا کہ ''هٰذَا مُحَمَّدٌ الْأَمِيْنُ رَضِيْنَاهُ'' یہ تو محمد الامین ہیں، ہم ان کو حکم بنانے پر راضی ہیں، تمام لوگ یہ کہنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنے لگے کہ نہ جانے کس کے حق میں فیصلہ صادر ہوتا ہے، ہر کوئی پُر آرزو بھی تھا اور مایوس بھی، ایسے موقعوں پر تصویر کے روشن اور تاریک دونوں پہلو سامنے آیا کرتے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداداد حسنِ تدبیر اور موقع کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ردائے رحمت کو فرشِ کعبہ پر بچھا دیا، اور حجر اسود کو اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر اس میں رکھا پھر فرمایا کہ تمام قبیلوں سے ایک ایک سردار اس چادر کو تھام لے، تاکہ تنصیبِ حجر اسود کا شرف تمام قبائل میں مساوی طور پر بٹ جائے، سب نے ایسا ہی کیا، جب اس طرح حجر اسود کو چادر میں اٹھا کر اس جگہ پہنچے جہاں اس کو رکھنا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر اسے چادر سے نکال کر کعبہ پر لگا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حسن تدبیر اور حکمتِ عملی سے سب خوش ہو گئے، کھینچی ہوئی تلواریں نیام میں آ گئیں، ایک خونریز جنگ رک گئی اور امن و آشتی اور صلح و سلامتی کی فضا قائم ہو گئی، جسے ایک بہترین انقلاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

نبی معصوم

نبی نبوت ملنے کے بعد تو معصوم ہوتا ہی ہے نبوت ملنے سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانہ جاہلیت میں تشریف لائے جس میں کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو لوگوں کے درمیان پھیلی نہ ہو، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی برائی کے قریب جانا تو دور کی بات ہے برائی کا خیال تک نہیں آتا تھا۔

جلوت سے خلوت کی طرف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جیسے جیسے چالیس سال کے قریب ہو رہی تھی کچھ ایسے واقعات پیش آ رہے تھے جو عام طور پر عام انسانوں کے ساتھ پیش نہیں آتے، ایسے واقعات کو ارہاص کہا جاتا ہے جو نبی کو نبوت ملنے سے پہلے پیش آئے۔

جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی چالیس سال کے قریب ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ایک نیا انقلاب رونما ہو گیا کہ ایک دم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلوت پسند ہو گئے اور اکیلے تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کا

ذوق وشوق پیدا ہوگیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اوقات غور وفکر میں پائے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیشتر وقت مناظر قدرت کے مشاہدہ اور کائنات فطرت کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا، دن رات خالقِ کائنات کی ذات وصفات کے تصور میں مستغرق اور اپنی قوم کے بگڑے ہوئے حالات کے سدھار اور اس کی تدبیروں میں مصروف رہنے لگے اور ان دنوں میں ایک نئی بات یہ بھی ہوگئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر خواب اتنا سچا ہوتا کہ خواب میں جو کچھ دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی طرح روشن ہو کر ظاہر ہوجایا کرتی تھی (بخاری)

جبل نور (غار حراء)

مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر جبل نور نامی پہاڑ کے اُوپر ایک غار ہے جس کو غار حراء کہتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پرسکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے، جب کھانا پانی ختم ہوجاتا تو کبھی خود گھر پر آ کر لے جاتے اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں، آج بھی یہ نورانی غار اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تنہائی پسندی بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی تاکہ زمین کے مشاغل، زندگی کے شور، اور لوگوں کے درمیان سے آپ کا کٹنا اس کارِ عظیم کی تیاری کے لیے ہو جس کا دنیا کو انتظار تھا اور آپ امانتِ کبریٰ کا بوجھ اٹھانے، روئے زمین کو بدلنے اور تاریخ کو موڑنے کے لیے تیار ہوجائیں، اور اس زمانے میں آپ کا وہ ظاہر و باطن جو پہلے سے صاف شفاف تھا اس کو مزید چمکایا جارہا تھا، کیوں کہ بڑی عظیم ذمہ داری دی جانے والی تھی۔

آنے والا آگیا

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار حراء کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ بالکل اچانک غار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا، یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو ہمیشہ خدا عزوجل کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچاتے رہے ہیں، فرشتے نے ایک دم کہا کہ پڑھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں، فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکڑا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زوردار انداز میں دبایا پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں، فرشتہ نے دوسری مرتبہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا کہ پڑھئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں، تیسری مرتبہ پھر فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۝ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ۝

یہی سب سے پہلی وحی تھی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، یہ آخری نبی پر آخری امت کے لیے آخری کتاب کا پہلا سبق تھا، ان آیتوں کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے، مگر اس واقعہ سے جو بالکل اچانک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش آیا اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر لرزہ طاری تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف دور ہوا اور کچھ سکون ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نہیں، ہرگز نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسوا نہیں کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں، دوسروں کا بار خود اٹھاتے ہیں، خود کما کما کر مفلسوں اور محتاجوں کو عطا فرماتے ہیں، مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق و انصاف کی خاطر سب کی مصیبتوں اور مشکلات میں کام آتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ ان لوگوں میں سے تھے جو موحد تھے اور اہل مکہ کے شرک و بت پرستی سے بیزار ہو کر نصرانی ہو گئے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے، بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے، حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ بتائیے، آپ نے کیا دیکھا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غار حراء کا پورا واقعہ بیان فرمایا، یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا، پھر ورقہ بن نوفل کہنے لگے کہ کاش! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے زمانے میں تندرست جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی، یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا کہ کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں مضطرب اور بے قرار رہنے لگے، یہاں تک کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے یا محمد کہہ کر پکارا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ وہی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) جو غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت پیدا ہو گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکان پر آکر لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ: یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝
(بخاری)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور فرما دیا اور آپ خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوت حق اور تبلیغ اسلام کے لئے تیار ہو گئے۔

السابقون الاولون

تین برس تک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت وتبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے، پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد، حضرت ارقم بن ابوارقم، حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسلام میں داخل ہو گئے، پھر کچھ مدت کے بعد حضرت ابوذر غفاری وحضرت صہیب رومی، حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسلام قبول کرلیا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مسلمان ہوگئیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مردوں اور عورتوں نے بھی اسلام لانے کا شرف حاصل کرلیا۔ (زرقانی علی المواہب: ۱/۲۴۶)

واضح رہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے جو سابقین اولین کے لقب سے سرفراز ہیں ان خوش نصیبوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ سب سے پہلے دامن اسلام میں آنے والے وہی لوگ ہیں جو فطرۃً نیک طبع اور پہلے ہی سے دین حق کی تلاش میں سرگرداں تھے اور کفار مکہ کے شرک و بت پرستی اور مشرکانہ رسوم جاہلیت سے متنفر اور بیزار تھے، چنانچہ نبی برحق کے دامن میں دین حق کی تجلی دیکھتے ہی یہ نیک بخت لوگ پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورہ شعراء کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ نازل فرمائی اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے

قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرائیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر **یامعشر قریش** کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا، جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کر لو گے؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا، یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب بھی تھا، سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فول بکنے لگے۔ (بخاری: ۲/ ۷۰۲)

مصائب ومشکلات

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورہ حجر کی آیت **فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ** نازل فرمائی اور حضرت حق جل شانہٗ نے یہ حکم فرمایا کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمائیے، چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے، اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے، اور تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

کفارِ مکہ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل تو نہیں کر سکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنے لگے، چنانچہ سب سے پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاہن، ساحر، شاعر، مجنون ہونے کا ہر کوچہ و بازار میں زوردار پروپیگنڈہ کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پتھر پھینکتے، کبھی کفار مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے، کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دھکا دیتے، م کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس اور مبارک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سنگدل کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دم گھٹنے لگا، چنانچہ یہ

منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور یہ کہا کہ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، اس دھکم دھکا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو مارا بھی اور کفار کی مار بھی کھائی۔

کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور روحانی تاثیرات وتصرفات کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا جادوگر کہتے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو یہ کفار قرآن اور قرآن کو لانے والے اور قرآن کو نازل فرمانے والے کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے، اور گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیتے کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور وغل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں کسی عام مجمع میں یا کفار کے میلوں میں قرآن پڑھ کر سناتے یا دعوت ایمان کا وعظ فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلا چلا کر کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا جھوٹا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، تم لوگ اس کی کوئی بات نہ سنو، (معاذ اللہ)۔

اسی طرح ایک مرتبہ جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عین حالتِ نماز میں ابوجہل نے کہا کہ کوئی ہے؟ جو آل فلاں کے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں ان کے کندھوں پر رکھ دے، یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط کافر اٹھا اور اس اوجھڑی کو لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر رکھ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے دیر تک اوجھڑی کندھے اور گردن پر پڑی رہی اور کفار ٹھٹھا مار مار کر ہنستے رہے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گر گر پڑتے رہے آخر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ان دنوں ابھی کمسن لڑکی تھی آئیں اور ان کافروں کو برا بھلا کہتے ہوئے اس اوجھڑی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک سے ہٹا دیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر قریش کی اس شرارت سے انتہائی صدمہ گزرا اور نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یہ دعا مانگی کہ ''اَللّٰھمّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ '' یعنی اے اللہ! تو قریش کو اپنی گرفت میں پکڑ لے، پھر ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عمارہ بن ولید کا نام لے کر دعا مانگی کہ الٰہی! تو ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے ان سب کافروں کو جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ان کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں، پھر ان سب کفار کی لاشوں کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان گڑھے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔ (بخاری: ۱/ ۷۴)

جو کفار مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی اور ایذا رسانی میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔ ان میں سے چند شریروں کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابولہب (۲) ابوجہل (۳) اسود بن عبد یغوث (۴) حارث بن قیس بن عدی (۵) ولید بن مغیرہ (۶) امیہ بن خلف (۷) ابی بن خلف (۸) ابوقیس بن فاکہہ (۹) عاص بن وائل (۱۰) نضر بن حارث (۱۱) منبہ بن الحجاج (۱۲) زہیر بن ابی امیہ (۱۳) سائب بن صیفی (۱۴) عدی بن حمرا (۱۵) اسود بن عبدالاسد (۱۶) عاص بن سعید بن العاص (۱۷) عاص بن ہاشم (۱۸) عقبہ بن ابی معیط (۱۹) حکم بن ابی العاص۔ یہ سب کے سب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے اور ان میں سے اکثر بہت ہی مالدار اور صاحب اقتدار تھے اور دن رات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں مصروف کار رہتے تھے۔

صحابہ کی استقامت

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اُٹھی، یہ آسان تھا کہ کفار مکہ ان مسلمانوں کو قتل کر ڈالتے مگر اس سے ان کافروں کے جوش انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفار اس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر پھر شرک و بت پرستی کرنے لگیں، اس لئے قتل کر دینے کی بجائے کفار مکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی سزاؤں اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ستاتے تھے، مگر خدا کی قسم! توحید کے ان متوالوں نے اپنے استقلال و استقامت کا وہ منظر پیش کر دیا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں سر اٹھا اٹھا کر حیرت کے ساتھ ان جانثاران اسلام کے جذبۂ استقامت کا نظارہ کرتی رہیں، سنگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب وبیکس مسلمانوں پر جبر و اکراہ اور ظلم وستم کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر ایک مسلمان کے پائے استقامت میں بھی ذرہ برابر تزلزل نہیں پیدا ہوا اور ایک مسلمان کا بچہ بھی اسلام سے منہ پھیر کر کافر و مرتد نہیں ہوا۔

کفار مکہ نے ان غرباء مسلمین پر جور و جفا کاری کے بے پناہ اندوہناک مظالم ڈھائے اور ایسے ایسے روح فرساء اور جاں سوز عذابوں میں مبتلا کیا کہ اگر ان مسلمانوں کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو شاید ڈگمگانے لگتا، صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں جب کہ وہاں کی ریت کے ذرات تنور کی طرح گرم ہو جاتے، ان مسلمانوں کی پشت کو کوڑوں کی مار سے زخمی کر کے اس جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بل لٹاتے اور سینوں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغتے، پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا۔ چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کر ان کی ناکوں میں دھواں دیتے جس سے سانس لینا مشکل ہو جاتا اور وہ کرب و بے چینی سے بدحواس ہو جاتے۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اس زمانے میں اسلام لائے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابو ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چند ہی آدمی مسلمان ہوئے تھے، قریش نے ان کو بے حد ستایا۔ یہاں تک کہ کوئلے

کے انگاروں پر ان کو چت لٹایا اور ایک شخص ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہا، یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی اور رطوبت سے کوئلے بجھ گئے، برسوں کے بعد جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا تو اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ پوری پیٹھ پر سفید سفید داغ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔ (طبقات ابن سعد ج: ۳ تذکرہ خباب)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے، ان کی گردن میں رسی باندھ کر کوچہ و بازار میں ان کو گھسیٹا جاتا تھا، ان کی پیٹھ پر لاٹھیاں برسائی جاتی تھیں اور ٹھیک دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں گرم گرم ریت پر ان کو لٹا کر اتنا بھاری پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل آتی تھی، امیہ کافر کہتا تھا کہ اسلام سے باز آ جاؤ ورنہ اسی طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے، مگر اس حال میں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا بلکہ زور زور سے اَحَد، اَحَد کا نعرہ لگاتے تھے اور بلند آواز سے کہتے تھے کہ خدا ایک ہے، خدا ایک ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۱/ ۳۱۷، ۳۱۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرم گرم ریت پر چت لٹا کر کفار قریش اس قدر مارتے تھے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے تھے، ان کی والدہ حضرت بی بی سُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام لانے کی بنا پر ابوجہل نے ان کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ یہ شہید ہو گئیں، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کی مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے، حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ اس قدر طرح طرح کی اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ یہ گھنٹوں بے ہوش رہتے، جب یہ ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے کہا کہ تم اپنا سارا مال و سامان یہاں چھوڑ کر مدینہ جا سکتے ہو، آپ خوشی خوشی دنیا کی دولت پر لات مار کر اپنی متاع ایمان کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دامن اسلام میں آئے تو مکہ میں ایک مسافر کی حیثیت سے کئی دن تک حرم کعبہ میں رہے۔ یہ روزانہ زور زور سے چلا چلا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور روزانہ کفار قریش ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ لہولہان ہو جاتے تھے اور ان دنوں میں آب زمزم کے سوا ان کو کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں ملا۔

(بخاری: ۱/ ۵۴۴ باب اسلام ابی ذر)

واضح رہے کہ کفار مکہ کا یہ سلوک صرف غریبوں اور غلاموں ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ اسلام لانے کے جرم میں بڑے بڑے مالداروں اور رئیسوں کو بھی ان ظالموں نے نہیں بخشا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شہر مکہ کے ایک متمول اور ممتاز معززین میں سے تھے مگر ان کو بھی حرم کعبہ میں کفار قریش نے اس قدر مارا کہ ان کا سر خون سے لت پت ہو گیا، اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت مالدار اور صاحب اقتدار تھے، جب یہ مسلمان ہوئے تو غیروں نے نہیں بلکہ خود ان کے چچا نے ان کو رسیوں میں

جکڑ کر خوب مارا، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے رعب اور دبدبہ کے آدمی تھے مگر انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے جس سے ان کا دم گھٹنے لگتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے جاہ و اعزاز والے رئیس تھے مگر جب ان کے اسلام کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا تو ان کو رسی میں باندھ کر مارا اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن حضرت بی بی فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی زور سے تھپڑ مارا کہ چہرے پر خون بہہ نکلا۔

کمال وہ ہے جس کا دشمن بھی اعتراف کرے

ایک مرتبہ سرداران قریش حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے یہ سوچنے لگے کہ آخراتنی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنے کے باوجود محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی تبلیغ کیوں بند نہیں کرتے؟ آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ ممکن ہے یہ عزت وجاہ یا سرداری و دولت کے خواہاں ہوں، چنانچہ سبھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ تم کسی طرح ان کا دلی مقصد معلوم کرو، چنانچہ عتبہ تنہائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آخر اس دعوت اسلام سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ مکہ کی سرداری چاہتے ہیں؟ یا عزت و دولت کے خواہاں ہیں؟ یا کسی بڑے گھرانے میں شادی کے خواہش مند ہیں؟ آپ کے دل میں جو تمنا ہو کھلے دل کے ساتھ کہہ دیجیے، میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر آپ دعوت اسلام سے باز آجائیں تو پورا مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا اور آپ کی ہر خواہش اور تمنا پوری کر دی جائے گی، عتبہ کی یہ ساحرانہ تقریر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں، جن کو سن کر عتبہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال خوف ذوالجلال سے لرزنے اور کانپنے لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آپ کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ بس کیجیے، میرا دل اس کلام کی عظمت سے پھٹا جا رہا ہے، عتبہ بارگاہ رسالت سے واپس ہوا مگر اس کے دل کی دنیا میں ایک نیا انقلاب رونما ہو چکا تھا، عتبہ ایک بڑا ہی ساحرالبیان خطیب اور انتہائی فصیح و بلیغ آدمی تھا، اس نے واپس لوٹ کر سرداران قریش سے کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ جادو ہے نہ کہانت نہ شاعری بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ تم لوگ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہو کر سارے عرب پر غالب ہو گئے تو اس میں ہم قریشیوں ہی کی عزت بڑھے گی، ورنہ سارا عرب ان کو خود ہی فنا کر دے گا مگر قریش کے سرکش کافروں نے عتبہ کا یہ مخلصانہ اور مدبرانہ مشورہ نہیں مانا بلکہ اپنی مخالفت اور ایذا رسانیوں میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔ (زرقانی علی المواہب:۱/ ۲۵۸ وسیرت ابن ہشام:۱/ ۲۹۴)

کفار قریش میں کچھ لوگ صلح پسند بھی تھے وہ چاہتے تھے کہ بات چیت کے ذریعہ صلح و صفائی کے ساتھ معاملہ طے ہو جائے، چنانچہ قریش کے چند معزز رؤسا ابوطالب کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اور بت پرستی کے خلاف

تقریروں کی شکایت کی، ابوطالب نے نہایت نرمی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے فرمان فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ کی تعمیل کرتے ہوئے علی الاعلان شرک و بت پرستی کی مذمت اور دعوت توحید کا وعظ فرماتے ہی رہے، اس لئے قریش کا غصہ پھر بھڑک اٹھا، چنانچہ تمام سردارانِ قریش یعنی عتبہ وشیبہ وابوسفیان وعاص بن ہشام وابوجہل وولید بن مغیرہ وعاص بن وائل وغیرہ وغیرہ سب ایک ساتھ مل کر ابوطالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اس لئے یا تو آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دیں یا پھر آپ بھی کھل کر ان کے ساتھ میدان میں نکل پڑیں تا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے، ابوطالب نے قریش کا تیور دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب بہت ہی خطرناک اور نازک گھڑی سر پر آن پڑی ہے، ظاہر ہے کہ اب قریش برداشت نہیں کر سکتے اور میں اکیلا تمام قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی مخلصانہ اور مشفقانہ لہجے میں سمجھایا کہ میرے پیارے بھتیجے! اپنے بوڑھے چچا کی سفید داڑھی پر رحم کرو اور بڑھاپے میں مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں، اب تک تو قریش کا بچہ بچہ میرا احترام کرتا تھا مگر آج قریش کے سرداروں کا لب ولہجہ اور ان کا تیور اس قدر بگڑا ہوا تھا کہ اب وہ مجھ پر اور تم پر تلوار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے دعوت اسلام موقوف کر دو، اب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معین، مددگار جو کچھ بھی تھے وہ صرف اکیلے ابوطالب ہی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے قدم بھی اکھڑ رہے ہیں چچا کی گفتگو سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرائی ہوئی مگر جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا کہ چچا جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے اس فرض سے باز نہ آؤں گا، یا تو خدا اس کام کو پورا فرما دے گا یا میں خود دین اسلام پر نثار ہو جاؤں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جذباتی تقریر سن کر ابوطالب کا دل پسیج گیا اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی ہاشمی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ بھتیجے کی محبت میں گرم ہو کر کھولنے لگا اور انتہائی جوش میں آ کر کہہ دیا کہ جان عم! جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (سیرت ابن ہشام ۱/۲۶۶)

حبشہ کی ہجرت

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جا کر پناہ لینے کا حکم دیا، اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ (زرقانی علی المواہب ۱/۲۷۰)

کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے، اس لئے کفار ناکام واپس لوٹے، یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سرزمین میں اتر کر امن وامان کے ساتھ خدا

کی عبادت میں مصروف ہوگیا، چند دنوں کے بعد ناگہاں یہ خبر پھیل گئی کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے، یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ لوٹ آئے مگر یہاں آکر پتا چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض لوگ تو پھر حبشہ چلے گئے مگر کچھ لوگ مکہ میں روپوش ہو کر رہنے لگے لیکن کفار مکہ نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان لوگوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا، چنانچہ حبشہ سے واپس آنے والے اور ان کے ساتھ دوسرے مظلوم مسلمان کل تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ (زرقانی علی المواہب:۱/ ۲۸۷)

حضرت حمزہؓ وعمرؓ کا قبول اسلام

اعلان نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوایسی ہستیاں دامن اسلام میں آگئیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کے جاہ وجلال اور ان کے عزت واقبال کا پرچم بہت ہی سربلند ہوگیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں حضرت حمزہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی والہانہ محبت تھی اور وہ صرف دو تین سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمر میں زیادہ تھے اور چونکہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے اور شکار کے بہت ہی شوقین تھے۔ روزانہ صبح سویرے تیر کمان لے کر گھر سے نکل جاتے اور شام کو شکار سے واپس لوٹ کر حرم میں جاتے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور قریش کے سرداروں کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھا کرتے تھے، ایک دن حسب معمول شکار سے واپس لوٹے تو ابن جدعان کی لونڈی اور خود ان کی بہن حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بتایا کہ آج ابوجہل نے کس کس طرح تمہارے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کی ہے، یہ ماجرا سن کر مارے غصہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون کھولنے لگا، ایک دم تیر کمان لئے ہوئے مسجد حرام میں پہنچ گئے اور اپنی کمان سے ابوجہل کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے؟ تجھے خبر نہیں کہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ یہ دیکھ کر قبیلۂ بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے تو ابوجہل نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنو ہاشم سے جنگ نہ چھڑ جائے یہ کہا کہ اے بنی مخزوم! آپ لوگ حمزہ کو چھوڑ دیجیے۔ واقعی آج میں نے ان کے بھتیجے کو بہت ہی خراب خراب قسم کی گالیاں دی تھیں۔

(مدارج النبوۃ:۲/ ۴۴)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے کچھ دن بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعات میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن غصہ میں بھرے ہوئے ننگی تلوار لے کر اس ارادہ سے چلے کہ آج میں اسی تلوار سے پیغمبرِ اسلام کا خاتمہ کر دوں گا، اتفاق سے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ یہ

مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اسلام کی خبر نہیں تھی، حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟ اے عمر! اس دوپہر کی گرمی میں ننگی تلوار لے کر کہاں چلے؟ کہنے لگے کہ آج بانیٔ اسلام کا فیصلہ کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑا ہوں، انھوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب اور تمہارے بہنوئی سعید بن زید بھی تو مسلمان ہو گئے ہیں، یہ سن کر آپ بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کے اندر چند مسلمان چھپ کر قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر سب لوگ ڈر گئے اور قرآن کے اوراق چھوڑ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلا کر بولے کہ اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو بھی مسلمان ہو گئی ہے؟ پھر اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھپٹے اور ان کی داڑھی پکڑ کر ان کو زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر سوار ہو کر مارنے لگے، ان کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کو بچانے کے لئے دوڑ پڑیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے کانوں کے جھومر ٹوٹ کر گر پڑے اور ان کا چہرہ خون سے لہولہان ہو گیا، بہن نے صاف صاف کہہ دیا کہ عمر! سن لو، تم سے جو ہو سکے کر لو مگر اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہن کا خون آلودہ چہرہ دیکھا اور ان کا عزم و استقامت سے بھرا ہوا یہ جملہ سنا تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور ایک دم دل نرم پڑ گیا، تھوڑی دیر تک خاموش کھڑے رہے، پھر کہا کہ اچھا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ، بہن نے قرآن کے اوراق کو سامنے رکھ دیا، بس یہیں سے آپ کی قسمت بدل گئی، اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے اسلام کو طاقت حاصل ہوئی اور مسلمانوں نے علی الاعلان مسجد حرام میں نماز ادا کی۔

(زرقانی علی المواہب)

شعب ابی طالب

اعلان نبوت کے ساتویں سال ۷ نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آ گئے تو غیظ و غضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تاریک جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تا کہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں، اور اس پر عمل کیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تین سال تک شعب ابی طالب میں رہے جہاں بہت مشکل حالات میں ان جانثاران اسلام نے زندگی گزاری۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم و ستم

سے کچھ امان ملی تھی کہ ابو طالب بیمار ہو گئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

عام الحزن

ابو طالب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بہت ہی جاں گداز اور روح فرسا حادثہ تھا کیونکہ بچپن سے جس طرح پیار و محبت کے ساتھ ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اور زندگی کے ہر موڑ پر جس جاں نثاری کے ساتھ آپ کی نصرت و دستگیری کی اور آپ کے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر ہو کر جس طرح آلام و مصائب کا مقابلہ کیا اس کو بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بھول سکتے تھے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ابھی ابو طالب کے انتقال کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کی وفات کے تین چند دنوں کے بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دنیا سے رخصت فرما گئیں، مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی تھی، جس وقت دنیا میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخلص مشیر اور غمخوار نہیں تھا حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمخواری اور دلداری کرتی رہتی تھیں اس لئے ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی وفات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا۔

قریش مکہ کی جانب سے اسلام کی دعوت کو ٹھکرانے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں حائل کرنے کے بعد پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے علاوہ دیگر مقامات میں دعوت دینِ حق پھیلانے پر غور کیا اور اس مقصد کے لیے ان کا پہلا انتخاب مکہ کا قریبی شہر طائف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے دسویں سال طائف کا سفر کیا جو سفر طائف کہلاتا ہے۔

دس سال مکے میں دین حق کی دعوت دینے کے باوجود بے جا مخالفت اور قریش کی ستم ظریفیاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی راہ میں بدستور حائل تھیں، اسلام کی تبلیغ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر انتخاب طائف پر پڑی اور اہل طائف کے کانوں تک توحید کی آواز پہنچانے کے لیے آپ نے بعثت کے دسویں سال طائف کا سفر کیا۔ وہاں کے سرداروں اور لوگوں نے نہایت بے رخی اور بد اخلاقی کا ثبوت دیا اور ہر طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نازیبا سلوک کیا اور آوارہ لڑکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھر مار مار کر زخمی کر دیا حتیٰ آپ کے نعلین مبارک لہو سے بھر گئے۔

ایک کے بعد ایک تکلیف سہتے رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو معراج پر بلایا اور وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا جو کسی اور کو نہیں ملا۔

حسن یوسف، دم عیسی، ید بیضا داری
آنچہ خوباں همه دارند، تو تنہا داری

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

بزم خطباء ٹیلیگرام چینل میں شامل ہونے کے لیے ٹیلیگرام کے تلاش کے خانہ میں لکھیں

@bazmekhateeb

اور شامل ہو جائیں

نوٹ: اس مواد کو تیار کرنے میں مختلف اہل علم کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے اور اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

بزم خطباء

ٹیلیگرام چینل